© rasailojaraid.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اشارات

قوموں کی یہ عجیب فطرت ہے کہ جب ان پر کوئی تباہی آتی ہے تو ہمیشہ اس کے اسباب اپنے اندر تلاش کرنے کے بجائے دوسروں کے اندر ڈھونڈھنے کی کوشش کرتی ہیں حالانکہ اس کے اسباب خود ان کے اندر موجود ہوتے ہیں۔ نہ کہ دوسروں کے اندر۔ لیکن جس طرح بعض آنکھیں بند کرکے چلنے والے کسی روڑے سے ٹھوکر کھا کر اپنے آپ کو الزام دینے کے بجائے روڑے کو گالیاں دیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ سارا قصور اسی روڑے کا ہے نہ کہ ان کی غفلت کا اسی طرح قوموں کا بھی بالعموم یہی حال رہا ہے کہ انھوں نے ہمیشہ اُس ظاہر ہونے والے طاقتور ہاتھ کو دیکھا ہے جس کا طمانچہ ان کے منہ پر لگا ہے، اس بزدلی اور اخلاقی کمزوری کی طرف ان کی نظر کبھی نہیں گئی جس نے دراصل اس طاقتور ہاتھ کو ان پر حملہ کرنے کی جرأت دلائی اور جس کی اپنے اندر پرورش کرنے کی سولہ آنہ ذمہ داری خود ان پر عائد ہوتی تھی نہ کہ دوسروں پر۔

قوموں کی اس بر خود غلطی کی کھلی وجہیں دو ہیں :-

پہلی وجہ یہ ہے کہ ان کا قومی غرور اس امر کے اقرار سے مانع ہوتا ہے کہ ان پر جو تباہی آئی ہے وہ خود ان کی کسی مذہبی و اخلاقی کمزوری کا نتیجہ ہو سکتی ہے۔ اس چیز کا اگر وہ اعتراف کریں تو ― قطع نظر اس سے کہ یہ اعتراف ان پر اصلاح حال کی ایک بہت بڑی ذمہ داری ڈال دیتا ہے ― اس سے ان کے غرور نفس اور احساس برتری کو بڑی چوٹ لگتی ہے، اس وجہ سے وہ اصل حقیقت کی طرف توجہ کرنے کے بجائے ― جس سے خواہ مخواہ کی ذمہ داریاں بھی عائد ہوتی ہوں ― کوشش اس بات کی کرتی ہیں کہ یا تو اس کو ایک اتفاقی حادثہ قرار دے کر گذر جائیں یا اس کا سارا الزام ظلم و زیادتی کرنے والے پر تھوپ کر اپنے آپ کو مظلوم بھی سمجھ لیں اور بالکل بے گناہ اور معصوم بھی۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قانون مکافات اس دنیا میں ہمیشہ قوموں کو ان کی غلطیوں کی سزا دوسروں سے دلواتا رہا ہے۔ یہ نہیں ہوتا کہ ان کے اعمال و کردار خود مجسم ہو کر ان کے سامنے آجاتے ہوں۔ اس وجہ سے وہ اپنے اعمال و اخلاق پر غصہ ہونے کے بجائے ساری غضبناکی ان لوگوں پر ظاہر کرتی ہیں جن کا قصور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس سے زیادہ کچھ نہیں ہوتا کہ وہ دوسروں کی کمزوریوں سے وہ فائدہ اٹھاتے ہیں جس کے لیے ان کی قوت تقاضا کرتی ہے۔

دنیا کی اس عام غلط فہمی میں مسلمان بھی ایک عرصہ سے مبتلا ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو بارہا تنبیہیں ہوئیں لیکن ان کو کبھی اس حقیقت کی طرف توجہ نہیں ہوئی جس کی طرف اللہ تعالیٰ ان کو ان تنبیہوں کے ذریعہ سے توجہ دلانا چاہتا ہے بلکہ قدرت کی ہر تنبیہ سے وہ متنبہ ہونے کے بجائے الٹے کسی نہ کسی نئے مغالطہ میں پڑ گئے اور اب مغالطوں اور غلط فہمیوں کا ایک وسیع جال ہے جس میں وہ الجھ کر رہ گئے ہیں۔ اس سلسلہ کی آخری تنبیہ ان کے لیے انگریزوں کے اقتدار اور خود ان کے عبرت انگیز زوال کی شکل میں ظاہر ہوئی تھی لیکن اس سے بھی انھوں نے کوئی فائدہ اٹھانے کے بجائے الٹا نقصان ہی اٹھایا۔ ان کو اپنے غرور کی وجہ سے کبھی خیال بھی نہیں گذرا کہ یہ سیاسی زوال ان کے اخلاقی زوال کا نتیجہ اور ان کے اعمال و کردار کی سزا بھی ہو سکتا ہے بلکہ ہمیشہ یہی سمجھتے رہے کہ وہ خود تو سلطنت و حکومت کے پوری طرح اہل تھے اور ہیں لیکن یہ غالب قوم کی چیرہ دستی اور زیادتی تھی کہ اس نے ان کو تخت سلطنت سے اٹھا پھینکا اور خود ان کے حق پر قابض بن بیٹھی۔ اس غلط فہمی کی وجہ سے، بجائے اس کے کہ وہ اپنے انفرادی و اجتماعی اخلاق کی اصلاح کی طرف متوجہ ہوتے اور اس اصلاح کو اپنی سیاسی اصلاح حال کا ذریعہ بناتے وہ انگریزوں کے خلاف ایک سخت غصہ و نفرت میں مبتلا رہے اور اس غصہ کی جھنجلاہٹ میں انھوں نے جو کچھ کیا اس سے اپنے کھوئے ہوئے وقار کو واپس لینا تو الگ رہا اپنا رہا سہا وقار بھی کھو بیٹھے۔ مجرد نفرت جبکہ اس کا نشانہ بالکل غلط ہو، ہمیشہ الٹے نتائج پیدا کرتی ہے چنانچہ ۵۷ء کے واقعات کا نتیجہ لازمی طور پر مسلمانوں کی مرعوبیت کی شکل میں نمایاں ہوا اور وہ مرعوبیت آج تک ہمارے دلوں سے نہیں گئی حالانکہ جو نفرت ہم کو انگریزوں سے پیدا ہوئی تھی اگر اس کا عشر عشیر بھی ہم کو اپنے اس اخلاقی فساد سے ہوئی ہوتی جو انگریزوں کے تسلط کا باعث ہوا تھا تو اول تو انگریز ہم پر قابو ہی نہ پاتا، اور اگر پا بھی جاتا تو یہ قابو زیادہ دیر قائم نہ رہنے پاتا۔ لیکن اول تو غرور کے نشہ کی وجہ سے بیماری کے اصل سبب کی طرف توجہ کرنے کی کسی کو فرصت ہی نہیں ہوئی اور اگر کسی کو ہوئی بھی تو ان کے دلوں پر انگریزوں اور ان کے تہذیب و تمدن کی ہیبت اس بری طرح چھا چکی تھی کہ وہ ان کے سوا اپنی اصلاح و ترقی کے لیے کہیں اور سے الہام حاصل کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ انھوں نے اپنے زعم میں جو اصلاحی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کوششیں کیں ان کی بدولت مسلمان اصلی راہ سے کچھ اور دور ہٹ گئے اور پرانی بیماریوں کے ساتھ ان کو انگریزوں کی اندھی تقلید کا بھی روگ لگ گیا۔

یہی غلطی اب مسلمان ہندوؤں کے مقابل میں کر رہے ہیں۔ ادھر ایک عرصہ سے ان کو ہندوؤں کی طرف سے جو چرکے لگ رہے ہیں اس کی وجہ سے ان کے اندر ہندوؤں کے خلاف ایک سخت قسم کے اشتعال اور نفرت کا جذبہ پیدا ہو گیا ہے لیکن یہ اشتعال شروع سے لے کر آخر تک محض ایک تخریبی جوش کی شکل میں نمایاں ہوا ہے جس نے ان کو اس درجہ غضبناک بنائے رکھا ہے کہ کبھی ان کو ٹھنڈے دل سے اس بات پر غور کرنے کی فرصت ہی نہیں ملی کہ آخر ان کو یہ چرکے پر چرکے لگ کیوں رہے ہیں؟ ان کے لیڈروں نے ان کے اس اشتعال کو صحیح رخ پر پھیرنے اور اس کو ان کے حق میں نتیجہ خیز بنانے کے بجائے اس کو صرف اپنی لیڈری کے چمکانے کا ذریعہ بنایا اور پوری کوشش اس بات کی کی کہ اس جوش کو تیز سے تیز تر کرتے رہیں اور جب اس آگ کے شعلے کچھ ٹھنڈے پڑتے نظر آئیں تو ہوا دے کر یا الاؤ میں کچھ لکڑیاں ڈال کر اس کو بھڑکا دیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ مسلمان جہاں تک جوش و اشتعال کا تعلق ہے آخری حد کو پہنچ گئے لیکن اس سارے ہنگامہ میں تعمیری کام کا پہلو بالکل صفر رہا۔ یہ تو ان لیڈروں سے توقع ہی کیسے ہو سکتی تھی کہ یہ مسلمانوں کو دنیا میں مسلمان کی طرح جینے کا ڈھنگ سکھائیں گے البتہ ایک مدت سے قوم قوم کی رٹ جو لوگ لگاتے ہوئے تھے ان سے کم از کم یہ امید ضرور کی جاتی تھی کہ یہ مسلمانوں کو ایک قوم کی طرح زندگی بسر کرنے کا طریقہ ضرور سکھا دیں گے۔ لیکن واقعات شہادت دیتے ہیں کہ ان لوگوں نے مسلمانوں کو ایک خدائی جماعت کے اونچے مرتبہ سے گرانے کو تو گرا دیا لیکن ان کے جان و مال کے ساتھ اتنی بازیاں کھیلنے کے باوجود ان کو ان ہدایات کی ابجد سے بھی آشنا نہیں کر سکے جن کے بغیر کوئی قوم ایک دن کے لیے بھی بحیثیت ایک قوم کے اپنی ہستی باقی نہیں رکھ سکتی۔

اس حقیقت کا سب سے زیادہ عبرت انگیز ثبوت ہم کو ان مراسلوں سے ملتا ہے جو اس مہینہ میں ہم کو بہار سے موصول ہوئے ہیں۔ ان تمام مراسلات کا قدر مشترک اگر نکالا جائے تو یہ نکلے گا کہ ـــــ مسلمان بالکل بے دل اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پست ہمت ہو چکے ہیں، ہر شخص کے دل پر خوف و ہراس طاری ہے، لوگوں کی اخلاقی حالت اس حد تک گری ہوئی ہے، باہمی ہمدردی اور تعاون کا جذبہ بالکل مفقود ہے، آپس میں سخت بدگمانیاں اور بے اعتمادیاں پھیلی ہوئی ہیں، جن لوگوں کی رہنمائی پر لوگ اعتماد کرتے ہیں ان کی نہ تو کوئی متعین پالیسی ہے اور نہ ان کے سامنے کوئی واضح پروگرام ہے، وہ مختلف اوقات میں مختلف قسم کی باتیں کر کے منتشر اور پراگندہ طبیعتوں میں اور زیادہ انتشار اور پراگندگی پیدا کر رہے ہیں، تباہ شدہ علاقوں کے بچے کھچے مسلمانوں کا بڑا حصہ یہاں سے بھاگ چکا، جو باقی ہیں ان میں جس کا جدھر سینگ سماتا ہے ادھر بھاگ رہا ہے۔ بہت سے لوگ اس فرار کو ہجرت شرعی سمجھتے ہیں ——— ان مراسلات میں حکومت کی بے تدبیریوں اور ہندوؤں کی چیرہ دستیوں کا جو حصہ ہے اس کو ہم نظر انداز کیے دیتے ہیں کیونکہ اس کا تعلق دوسروں سے ہے۔ صرف اس حصہ کو لیجیے جو مسلمانوں کے اخلاق و کردار اور ان کے لیڈروں کے فکر و عمل سے متعلق ہے۔ ہم صرف اس کو پیش کر کے پوچھتے ہیں کہ کوئی قوم جو اپنے اندر اس طرح کی اخلاقی کمزوریاں چھپائے ہوئے ہو اس کو کیا حق ہے کہ اپنی تباہی پر دوسروں سے شکوہ سنج ہو؟ وہ اپنے اندر اپنی موت کے خود اتنے اسباب جمع کیے ہوئے ہے کہ بغیر کسی خارجی سبب کے جس جگہ ہے یا تو وہیں مر کے رہے گی یا جہاں جائے گی اپنی موت کے سامان وہاں اپنے ساتھ لادکر لے جائے گی۔

مسلمان اگر دنیا میں ایک قوم کی حیثیت سے جینا چاہتے ہیں تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ وہ اپنے اندر وہ قومی کردار پیدا کریں جو کسی قوم کی قومی ہستی کا اصلی محافظ ہوتا ہے اور اگر ایک جماعتی طاقت بن کر رہنا چاہتے ہیں تو اس نظام زندگی کو اختیار کرنے کی ہمت کریں جو اللہ و رسول کا بتایا ہوا ہے۔ ان دونوں چیزوں کے بغیر نہ وہ بحیثیت ایک قوم کے زندہ رہ سکتے نہ بحیثیت ملت کے برپا ہو سکتے۔ اس کے بغیر نہ کوئی زمین ان کو پناہ دے گی نہ کوئی آسمان ان کو اپنے سایہ کے نیچے لے گا۔ ہم جس آسمان و زمین میں بستے ہیں ان کی فطرت یہ نہیں ہے کہ ہر دانہ ان کی آغوش میں پرورش پا سکے۔ یہ اسی بیج کی پرورش کرتے ہیں جس کے اندر خود اپنی صلاحیتیں چھپی ہوئی ہوتی ہیں۔ ایک صالح بیج کے لیے یہ زمین بھی مہربان ہے اور یہ آسمان بھی نہایت فیاض و مہربان ہے لیکن جو بیج اپنی صلاحیتیں کھو کر کھوکھلا ہو چکا ہو وہ ادھر ادھر اڑتا تو پھرتا ہے لیکن کہیں جڑ نہیں پکڑ سکتا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ٹھیک اسی طرح وہ قوم اس دنیا میں کہیں ٹھکانا نہیں پاتی جو اپنے اندر کوئی اخلاقی جوہر نہیں رکھتی۔ مسلمان اگر اس جوہر کو پیدا کیے بغیر ایک جگہ سے اکھڑ کر دوسری جگہ جمنا چاہیں گے تو اس کا نتیجہ صرف یہی ہوگا کہ وہ اپنی جگہ سے اکھڑ تو جائیں گے لیکن دوسری جگہ ان کا جمنا ناممکن ہوگا۔ ایک جگہ سے اکھڑ کر دوسری جگہ جڑ جمانے کے لیے اس سے کئی گنا زیادہ طاقت و صلاحیت درکار ہے جتنی کہ اپنے ناسازگار ماحول کو سازگار بنانے کے لیے درکار ہے۔ جو لوگ اس بازی کو کھیلنے کے لیے کبھی دنیا میں تیار ہوئے ہیں انھوں نے پہلے اپنی جگہ پر رہ کر شکست و ریخت کی وہ قوت بہم پہنچائی ہے جو ان کے اکھڑنے اور جمنے میں کام آئی ہے۔ سیلاب کے تنکوں کی طرح بہنے والوں کی دنیا میں کوئی تاریخ موجود نہیں ہے۔

مسلمانوں کے اندر اگر اتنی ہمت باقی نہیں رہی ہے کہ وہ اللہ و رسول سے رہنمائی حاصل کریں تو کم از کم وہ انھی لوگوں سے الہام حاصل کریں جن کی دیکھا دیکھی انھیں ایک نسلی یا تہذیبی قوم بننے کا شوق پیدا ہوا ہے۔ جس طرح کے حالات بہار میں مسلمانوں کو پیش آئے ہیں کم و بیش اسی طرح کے حالات سے ہندوؤں کو بنگال میں دوچار ہونا پڑا ہے لیکن ان کے لیڈر نے خطرہ کی اصلی جگہ بھانپ لی کہ وہ مسلمانوں کے اندر نہیں بلکہ ہندوؤں کے اندر ہے۔ اس نے یہ دیکھ لیا کہ بنگال کے ہندوؤں کے اندر وہ قومی کردار (نیشنل کیرکٹر) پوری طرح پختہ نہیں ہو سکا ہے جو اکثریت کے بالمقابل انھیں ... رکھ سکے۔ چنانچہ گاندھی جی نے وہیں ڈیرا ڈال دیا اور جو لوگ کسی مقصد کے لیے گاندھی جی کی طرح ڈیرے ڈال دیتے ہیں وہ بالآخر کامیاب ہو کے رہتے ہیں۔ انھوں نے بالکل صحیح کہا ہے کہ وہ بنگال میں صرف بنگال کا نہیں بلکہ پورے ہندوستان کا مسئلہ حل کر رہے ہیں۔ وہ اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ اگر بنگال کو چھوڑ کر ہندو بھاگ کھڑے ہوئے تو یہ ان تمام ہندوؤں کے لیے ایک نہایت غلط مثال ہوگی جو مسلمانوں کی اکثریت والے صوبوں میں ہیں۔ اس وجہ سے وہ "گرہستن روز اول" کے اصول پر چاہتے ہیں کہ آئندہ کے لیے اس اندیشہ کا دروازہ ہی بند ہو جائے جس سے ہندوستان کی تقسیم کے تصور کو غذا مل سکتی ہے۔ وہ جس جگہ اکثریت میں ہیں وہاں اکثریت کو اپنا محافظ سمجھتے ہیں، اور جس جگہ اقلیت میں ہیں اکثریت کے مقابل میں ایک مضبوط سیرت کی اقلیت پیدا کرنا چاہتے ہیں تاکہ ان کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسی اقلیت اخلاقی صفات کے پاسنگ سے اگر اکثریت سے بڑھ نہ جائے تو اس سے کسی اعتبار سے کم بھی تو نہ ہو۔

ان سطروں سے یہ غلط فہمی کسی کو نہ ہو کہ ہم مسلمانوں کے لیے عام مفہوم میں ایک قوم بنجانا یا اپنے اندر ایک قومی کیرکٹر پیدا کرلینا کوئی وقیع چیز سمجھتے ہیں اور کسی صورت میں اس پر قانع یا راضی ہوجائیں گے۔ اگر یہ چیزیں مسلمانوں نے حاصل بھی کرلیں اور کمال درجہ پر حاصل کرلیں تو قوموں کی میزان میں ان کا ایک وزن ضرور ہوجائے گا لیکن خدا کی میزان میں ان کا کوئی درجہ نہ ہوگا بلکہ وہ اسی طرح مفسدین میں شمار ہوں گے جس طرح دنیا کی وہ تمام قومیں مفسدین میں شمار ہیں جنھوں نے اللہ کے کلمہ کے سوا کسی اور نعرہ پر اپنی اجتماعی زندگی کی تعمیر کی اور خدا کے رسولوں کے سوا کسی اور کے بتائے ہوئے طریقۂ زندگی کی پیروی کی۔ ہم یہاں جو کچھ کہنا چاہتے ہیں وہ صرف یہ ہے کہ مسلمانوں کی موجودہ تمام مصیبتوں کی واحد علت ان کے انفرادی و اجتماعی اخلاق کی خرابی ہے اور اگر وہ اپنے مصائب کا خاتمہ چاہتے ہیں تو اس کی راہ یہ نہیں ہے کہ وہ پورب سے اٹھ کر پچھم یا جنوب سے اٹھ کر شمال میں چلے جائیں بلکہ اپنے انفرادی و اجتماعی کردار کی تعمیر میں لگیں خواہ اپنی خواہش کے مطابق اس کو قومی اصولوں پر تعمیر کریں یا اس سانچہ میں ڈھلنے کی کوشش کریں جو ان کے سامنے اللہ اور اس کے رسول نے پیش کیا ہے۔ ہم اسی دوسری راہ کے داعی ہیں اور اس بات پر پورا یقین رکھتے ہیں کہ اگر مسلمانوں نے ہمارا مشورہ قبول کیا تو وہ صرف اپنا ہی مسئلہ نہیں بلکہ پورے ہندوستان کا مسئلہ حل کردیں گے بلکہ صحیح تر لفظوں میں، بغیر کسی شائبۂ مبالغہ کے، یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ ساری دنیا کے مسائل کے حل میں قوموں کی رہنمائی کریں گے۔ جب تک وہ ایک قوم کی حیثیت رکھتے ہیں اس وقت تک ان کے لیے اکثریت و اقلیت کا سوال ہے اور دنیا کی دوسری قوموں کی ان سے دشمنی بھی ایک فطری چیز ہے لیکن جس دن انھوں نے ایک اصولی جماعت کی حیثیت اختیار کرلی ان کے لیے اکثریت و اقلیت کا سوال باقی نہیں رہے گا اور دوسری قوموں کے لیے ان کے ساتھ دشمنی کی بھی کوئی معقول وجہ باقی نہیں رہ جائے گی اور اگر بالفرض کوئی قوم اپنی خودپرستی کے جنون میں ان سے ٹکر لینے کے لیے اٹھی بھی تو شکست اور ناکامی کے سوا اس کے پلے کچھ نہیں پڑے گا۔

© rasailojaraid.com

جماعت اسلامی کا تیسرا اجتماع عام

امیر جماعت ہند نے مقامی مجلس شوریٰ کے مشورے سے یہ فیصلہ کیا ہے کہ :

(۱) اس سال جماعت اسلامی کا اجتماع عام پٹنہ صوبہ بہار میں منعقد کیا جائے ۔

(۲) مغربی اور وسط ہند اور جنوبی ہند کے حلقہ وار اجتماعات اجتماع عام کے بعد متصلاً اس طرح رکھے جائیں کہ پٹنہ کے اجتماع سے فارغ ہو کر امیر جماعت جنوبی ہند کے حلقہ وار اجتماع اور دورے کے لیے چلے جائیں اور مولانا امین احسن صاحب مغربی ہند کے حلقہ وار اجتماع میں شریک ہوتے ہوئے ایک ہی سفر میں دار الاسلام واپس آجائیں ۔

(۳) شمالی ہند کا حلقہ وار اجتماع اکتوبر ۴۶ء میں دار الاسلام میں منعقد کیا جائے ۔

نوٹ نمبر۱۔ اجتماع عام کے ٹھیک مقام اور تاریخوں کا اعلان صوبہ بہار کے حالات کا کچھ مزید جائزہ لینے کے بعد فروری کے شروع میں کیا جائے گا ۔

نوٹ نمبر۲۔ مغربی اور وسط ہند کے قیم صاحبان (محمد یوسف صدیقی صاحب اور محمد اسمٰعیل اخلاص صاحب) اور جنوبی ہند کے قیم صاحبان (مولانا سید صبغۃ اللہ صاحب، سید عبد الحکیم صاحب اور مولوی محمد یونس صاحب) آپس میں مشورہ کر کے اپنے حلقہ وار اجتماعات کے لیے مناسب مقام تجویز کر کے جلد از جلد مرکز کو مطلع کریں۔ مقام تجویز کرنے میں دعوت و تبلیغ کے مواقع اور مصالح کو ہر دوسری شے پر مقدم رکھا جائے۔ مصارف اجتماع اگر حلقہ کے لوگ پورے نہ کر سکیں گے تو مرکز سے مدد کی جائے گی ۔

نوٹ نمبر۳۔ رپورٹوں کے بارے میں مفصل ہدایات اخبار کوثر لاہور میں شائع کر دی گئی ہیں اس میں ملاحظہ فرمالی جائیں ۔

خاکسار طفیل محمد قیم جماعت اسلامی ۔ دار الاسلام، پٹھان کوٹ (پنجاب)

© rasailojaraid.com